سندھ ہائی کورٹ کا تاریخی فیصلہ!

الحمد للّٰہ وسلام علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

گیارہ جون ۲۰۱۴ء بروز بدھ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن ایڈووکیٹ جناب منظور احمد میؤ صاحب کا فون آیا کہ عدالت میں ایک سابقہ ہندو بچی جس کا اسلامی نام عائشہ رکھا گیا ہے، اس کا کیس لگا ہوا ہے، آپ یہ بتائیے کہ اسلام قبول کرنے کے لیے عمر کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ کسی صحابیؓ کا نام بتا دیجیے جس نے بچپن میں اسلام قبول کیا ہو۔ میں نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا نام نامی اسم گرامی لیا کہ انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اپنے ایمان لانے کو اپنے باپ سے مخفی رکھا۔ اور ایک یہودی بچہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے، اور اس کے سرہانے بیٹھے، وہ بچہ اس دنیوی زندگی میں چند لمحوں کا مہمان تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اسلام پیش کیا، بچے نے سوالیہ نظروں سے باپ کی طرف دیکھا، باپ نے اجازت دے دی، اور کہا: ’’أطع أبا القاسم ‘‘...’’ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات مان لو‘‘۔ اس نے کلمہ پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’الحمد للّٰہ الذی أنقذہ من النار ‘‘...’’تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے اسے آگ سے نجات اور خلاصی عطا فرمائی‘‘۔ (صحیح بخاری، ج:۱،ص:۱۸۱)

اس کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے باپ سے پہلے بچپن میں اسلام قبول کیا، حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ جو اسلام قبول کرنے کے بعد مسجد حرام کے مؤذن بنائے گئے، انہوں نے بھی چھوٹی عمر میں اسلام قبول کیا، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی بچپن میں اسلام لائے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے۔ اس کے علاوہ بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو بچپن میں اسلام لائے۔ میں

www.banuri.edu.pk

نے یہ چند نام ان کو بتلا دیئے، جو اس وقت میرے ذہن میں تھے، الحمدللہ! تین بجے کے قریب فون آیا کہ مبارک ہو، کیس کا فیصلہ نومسلمہ بچی عائشہ کے حق میں ہوا، **الحمد للّٰہ علٰی نعمۃ الإسلام۔**

جی میں آیا کہ سندھ ہائی کورٹ کے اس تاریخی فیصلہ کی روداد قارئین بینات تک بھی پہنچائی جائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قانونی مشیر ایڈووکیٹ جناب منظور احمد میو صاحب نے جو کچھ اس کیس کے بارے میں لکھ کر دیا، اس کی تلخیص یہ ہے کہ:

۱۶ر جنوری ۲۰۱۴ء کو سانگھڑ سے ایک نامعلوم خاتون نے فون کیا کہ میں پوجا بائی بات کر رہی ہوں، میں پیدائشی ہندو ہوں، انٹر کی طالبہ ہوں، میں نے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے، میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں، آپ میری قانونی مدد کریں۔ منظور صاحب نے اسے کچھ قانونی مشورے دیئے۔ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی دفتر کے ناظم اعلیٰ رانا محمد انور صاحب سے پوری صورت حال گوش گزار کی تو انہوں نے فرمایا کہ: ہماری جماعت قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس بچی کی اخلاقی وقانونی ہمہ قسم کی مدد کرنے کو تیار ہے، جس پر منظور احمد میو صاحب کو مزید حوصلہ ملا اور انہوں نے اس کیس کو شروع سے آخر تک اپنے ہاتھ میں رکھا، اس بچی نے سانگھڑ سے کراچی کا سفر اکیلے کیا اور سترہ جنوری ۲۰۱۴ء کو سٹی کورٹ مجسٹریٹ صاحب کی عدالت میں پیش ہو کر اجازت خود مختاری حاصل کی، جس میں تحریر تھا کہ:

> ''میں قرآن پاک کے متعلق بہت عرصہ سے معلومات اور تعلیم حاصل کر رہی ہوں اور اس کے متعلق رہنمائی اپنے ساتھی بچوں اور ان کے والدین سے جب کبھی ملاقات ہو جاتی تھی، ملتی رہتی تھی۔ میں اسلامی لٹریچر بھی پڑھتی رہتی تھی۔ میں اپنے دل سے اور اپنی مرضی سے کلمہ پڑھنا چاہ رہی ہوں، مجھ پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں ہے''۔

۱۸ر جنوری ۲۰۱۴ء کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے دارالافتاء سے قبولیت اسلام کی سند حاصل کی اور اسلامی نام عائشہ رکھا۔

۲۰ر جنوری ۲۰۱۴ء کو عائشہ بی بی نے جناب منظور احمد میو ایڈووکیٹ صاحب کی وساطت سے ہائی کورٹ میں ایک درخواست داخل کی کہ آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کی شق نمبر: ۲۰ اور ۱۵ کے تحت ہر پاکستانی کو مذہبی آزادی ہے، جیسا کہ لکھا ہے:

آرٹیکل: 20 مذہبی آزادی اور مذہبی ادارے قائم کرنا:

> ''ہر شہری کا بنیادی حق ہے کہ کوئی بھی مذہب اختیار کرے اور مذہبی آزادی سے اپنے مذہب کی تعلیمات حاصل کرے اور اس کا پرچار کرے''۔

اس آرٹیکل کی تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہبی آزادی ان کو حاصل ہے جو پاکستان کے آئین کی رو سے کسی نہ کسی مذہب میں داخل ہیں (البتہ ایک نام نہاد گروہ قادیانی، اس کی مستقل مذہبی حیثیت آئین پاکستان

www.banuri.edu.pk

میں تسلیم نہیں ہے، اس لیے آئین انہیں اپنی مذہبی رسوم کی اجازت تو دیتا ہے، مگر پرچار کا حق نہیں ہے۔)

آرٹیکل نمبر: ۱۵ میں ہے کہ ہر پاکستانی کو آزادی ہے کہ کہیں بھی جا کر رہے، پاکستان میں سفر کرے، رہائش اختیار کرے، وغیرہ۔

اس آئینی پٹیشن میں کہا گیا کہ درخواست گزار اسلامک ریپبلک آف پاکستان کی شہری ہے اور وہ ۲۶ رجون ۱۹۹۴ء کو ہندو خاندان میں پیدا ہوئی اور اس کے ثبوت کے طور پر اس نے اپنا پیدائشی سرٹیفکیٹ اور تعلیمی سرٹیفکیٹ پیش کیا، جس میں اس کی عمر ۲۰ سال کے قریب درج ہے اور اس نے ضلع سانگھڑ سے تعلیم حاصل کی۔ درخواست گزار نے یہ بھی لکھا کہ:

''میں اسلامی تعلیمات سے بہت زیادہ متأثر ہوئی ہوں اور میں نے مسلمان بچوں سے جو میرے پڑوسی اور اسکول میں پڑھتے تھے، ان سے قرآن پاک پڑھنا سیکھا اور میں نے اسلامی کتب اور اسلامی پروگرام .... دیکھ کر اسلام قبول کیا، جب میرے گھر والوں کو پتہ چلا کہ میں اسلامی تعلیمات میں دلچسپی لے رہی ہوں تو میری فیملی نے مجھے دھمکانا شروع کر دیا اور میرے بھائی نے اسلامی تعلیمات سیکھنے سے بالکل منع کر دیا اور میرے اوپر پابندی لگادی کہ آپ کوئی اسکول و کالج نہیں جاؤ گی اور اسلامی تعلیمات و اسلامی باتوں پر عمل کرنے پر بھی پابندی لگادی اور کہا کہ آپ ہندوازم کی تعلیم حاصل کرو۔ تو درخواست گزار عائشہ (پوجا) نے اپنے بھائی کو منع کر دیا اور کہا کہ میں اسلام کے علاوہ کوئی بات نہیں کروں گی، تو یہ باتیں اس کے بھائی دلیپ کمار نے ہندو پنچائیت کمیٹی کے چیئرمین کو بتائیں تو ہندو پنچائیت کمیٹی کے چیئرمین نے دھمکیاں دیں کہ اسلامی تعلیمات بند کرو۔ درخواست میں کہا گیا ہے کہ بلاوجہ کی پابندیاں لگائی گئیں ہیں۔ درخواست گزار نے کہا کہ میں جوان ہوں، آئین کے تحت مجھے مذہبی آزادی ہے کہ میں اپنی مرضی سے جو بھی مذہب اختیار کروں، مجھے آئین پاکستان کی شق: ۲۰ اور ۱۵ کے تحت آزادی ہے۔ میں اپنی مرضی سے ہندو سے مسلمان ہوئی ہوں اور میں اپنی مرضی، خواہش اور پسند سے ۱۶ رجنوری ۲۰۱۴ء کو ضلع سانگھڑ سے گھر چھوڑ کر کراچی آئی ہوں۔ مجھے کسی نے نہ دھمکایا ہے، نہ کسی طریقے سے مجھے کسی نے ورغلایا ہے۔ میں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اپنی مرضی سے مجسٹریٹ کے سامنے اپنا بیان ریکارڈ کرایا ہے کہ اپنی مرضی، پسند اور خواہش سے اسلام قبول کر رہی ہوں اور میں نے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں جا کر اسلام قبول کر کے اس کی سند حاصل کی ہے اور اسلام قبول کرنے کی سند بھی اس درخواست کے ساتھ منسلک ہے۔ مجھے کسی نے بھی نہ اغوا کیا ہے، نہ ورغلایا ہے اور نہ ہی اسلام قبول کرنے کے لیے کسی نے دھمکیاں دی ہیں۔ میرے بھائیوں کو اسلام قبول کرنے کا پتہ چل گیا ہے، وہ مجھے ہماری ہندو پنچائیت کمیٹی کے کہنے پر قتل کر دیں گے اور میرے بھائی اور ہندو پنچائیت کمیٹی کے لوگ بہت زیادہ بااثر ہیں اور S.H.O سانگھڑ، D.S.P سانگھڑ، D.I.G میرپورخاص اور ڈسٹرکٹ

www.banuri.edu.pk

مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی

پولیس آفیسر سانگھڑ سب ان ہندو پنچائیت کمیٹی کے دباؤ میں میرے خلاف جھوٹے مقدمے رجسٹر کرا کر سانگھڑ لے جا کر قتل کر دیں گے، لہٰذا آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل: ۲۰ اور ۱۵ کے تحت میرا حق ہے جو میں نے استعمال کیا ہے۔ میں نے کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا ہے، لہٰذا مجھے آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے تحت تحفظ فراہم کیا جائے اور مجھے اسلامی تعلیمات حاصل کرنے سے نہ روکا جائے، اور پولیس افسران کو منع کیا جائے کہ مجھے کسی بھی جھوٹے مقدمے میں گرفتار نہ کریں۔‘‘

اس آئینی پٹیشن کے داخل ہونے کے بعد عدالت کی طرف سے تمام متعلقہ اداروں کو جب ۲۴ رجنوری ۲۰۱۴ء کو نوٹس جاری ہوئے تو ہندوؤں نے ایک ہندو ایم این اے کی وساطت سے پورے سندھ میں جا بجا پریس کانفرنس کرنا شروع کر دیں اور مقامی مسلمانوں پر الزام لگایا کہ انہوں نے زبردستی اس بچی کو اغوا کیا ہوا ہے۔ ان ہندوؤں کو جب ہائی کورٹ کی طرف سے نوٹس ملے تو انہوں نے نامی گرامی وکلا کی خدمات حاصل کیں اور ضلع سانگھڑ کے ایس ایچ او نے کورٹ میں کہا کہ یہ لڑکی اغوا ہوئی ہے، اس کو برآمد کرنا ہے، اس کے اغوا کی ایف آئی آر ۲۱ رجنوری ۲۰۱۴ء کو کٹوائی گئی ہے، اس لڑکی کو برآمد کر کے سانگھڑ لے کر جانا ہے۔

جس پر ایڈووکیٹ جناب منظور احمد منو صاحب نے کورٹ کو بتلایا کہ لڑکی نے اپنی مرضی سے ذاتی طور پر ہائی کورٹ میں پیش ہو کر پٹیشن داخل کی اور اس نے کہا کہ: مجھے کسی نے اغوا نہیں کیا، میں اپنی مرضی سے آئی ہوں اور میں نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا ہے، یہ لوگ مجھے جان سے ماردیں گے۔ منظور صاحب نے کہا کہ: اگر بچی کا بیان لینا ہے تو مدرسہ جا کر پولیس اس کا بیان ریکارڈ کر سکتی ہے اور اس بیان کی روشنی میں مقدمہ کی تفتیش کی جائے۔ ہائی کورٹ نے پولیس کو آرڈر کیا کہ پولیس مدرسہ جا کر بچی کا بیان ریکارڈ کرے۔ پولیس نے بیان ریکارڈ کیا، بچی نے پولیس کو وہی بیان دیا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، پولیس نے بچی کے اس بیان کی روشنی میں ہندوؤں کی طرف سے دائر کردہ ایف آئی آر اور اس مقدمہ کو جھوٹا قرار دے کر اس کی رپورٹ ہائی کورٹ میں داخل کرادی۔

ہندوؤں کی طرف سے جھمت (jhamat) اور نریش کمار (naresh kumar)، وکیل پیش ہوئے اور کافی تعداد میں ہندو پنچائیت کمیٹی اور لڑکی کے والدین اور بھائی سب کورٹ میں آئے۔ ان کی طرف سے ہائی کورٹ میں اعتراض داخل کیے گئے کہ :۱:...... یہ پٹیشن حیدرآباد میں فائل ہونی چاہیے تھی۔ ۲:...... پٹیشن داخل کرنے والی نابالغ ہے۔ ۳:...... اور کہا کہ لڑکی ۱۹۹۷ء میں پیدا ہوئی۔ ۴:...... جو سرٹیفکیٹ لڑکی نے کورٹ میں پیش کیے جس میں اس کی عمر ۲۰ سال لکھی ہوئی ہے، وہ سب ڈسٹرکٹ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے کینسل کر دیئے ہیں، لہٰذا لڑکی کی عمر ۱۷ رسال ہے، اس لیے اس کا کوئی بھی قانونی حق نہیں ہے۔ ۵:...... یونین کونسل سانگھڑ نے بھی پیدائشی سرٹیفکیٹ جو جاری کیا تھا، جس میں

تاریخ پیدائش ۱۹۹۶ء درج ہے، وہ بھی کینسل کر دیا ہے۔ ۶:......لڑکی پیدائشی ہندو ہے اور اسے اسلام کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے اور وہ گیتا، ایمایان اور مابھارت کی تعلیم حاصل کرتی ہے۔ لڑکی نابالغ ہے، اس کو غیر قانونی مقاصد کے لیے اغوا کیا گیا اور اس کے ساتھ زنا کیا جا رہا ہے اور اس کی F.I.R سانگھڑ تھانے میں زیر دفعہ 361,364A,366 تعزیراتِ پاکستان کے تحت درج ہے اور لڑکی نے غیر اخلاقی اور خطرناک جرم کیا ہے اور اس مقدمے میں لڑکی سے زبردستی دستخط کروائے گئے ہیں۔ اسی طرح D.I.G میر پور خاص اور S.S.P سانگھڑ اور پولیس کی طرف سے جوابات داخل کیے گئے۔

۷ر مئی ۲۰۱۴ء کو ہائی کورٹ کے جج نے حکم دیا کہ لڑکی کو کورٹ میں پیش کیا جائے، جس پر ایڈووکیٹ جناب منظور احمد مئو راجپوت صاحب نے اعتراض کرتے ہوئے جرح کے دوران جج صاحب کو بتایا کہ لڑکی اکیلی کورٹ میں پٹیشن داخل کرنے آئی، جس وقت وہ کورٹ آئی تھی تو لواحقین کو معلوم نہ تھا کہ لڑکی اس وقت ہائی کورٹ کی عمارت میں موجود ہے، اس لیے اس وقت لڑکی کو کوئی خطرہ نہیں تھا، چونکہ لڑکی کے خاندان کو اور ہندو پنچایئت کمیٹی کے لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ لڑکی اب ہائی کورٹ میں آئے گی تو لڑکی کی جان کو انتہائی شدید خطرہ ہے، لڑکی کے بھائی اور ہندو پنچایئت و خاندان کے لوگ لڑکی پر قاتلانہ حملہ یا قتل یا اغوا وغیرہ کچھ بھی کر سکتے ہیں، اس لیے منظور احمد راجپوت صاحب نے یہ درخواست دی کہ لڑکی کو ۹ر مئی ۲۰۱۴ء کو مدرسہ سے کمرۂ عدالت تک پولیس کی حفاظت اور اس کی نگرانی میں لایا جائے اور کورٹ اس سے خود معلومات حاصل کرے۔ جس پر ہائی کورٹ کے معزز جج صاحب نے آرڈر پاس کرتے ہوئے ایس ایچ او سائٹ تھانہ کو حکم دیا کہ پٹیشنر یعنی عائشہ کو مکمل تحفظ دیا جائے اور گیارہ مئی ۲۰۱۴ء کو عدالت میں پیش کیا جائے۔

گیارہ مئی ۲۰۱۴ء کو صبح نو بجے جناب جسٹس شہاب سرکی کی عدالت میں صبح ہی سے کورٹ روم میں عائشہ (پوجا) کے خاندان، ہندو پنچایئت اور دیگر ہندو تنظیموں کے لوگ اور اس کے دور دراز کے رشتہ دار بھی کمرۂ عدالت میں موجود تھے۔ نو بجنے کے چند منٹ بعد پولیس کے مکمل تحفظ کے ساتھ عائشہ کو کورٹ میں پیش کرنے کے لیے لایا گیا تو منظور احمد مئو راجپوت ایڈووکیٹ صاحب نے عائشہ (پوجا) سے پوچھا کہ کوئی پریشانی تو نہیں؟ آپ آج یہاں سے پوجا بن کر جاؤ گی یا عائشہ ہی رہو گی؟ تو عائشہ کا پرسکون جواب تھا کہ:

''الحمد للہ عائشہ ہوں اور اگر خدانخواستہ آج میرے خاندان والوں نے مجھے مار دیا تو میرا جنازہ اور میری آخری رسومات مسلمان عقیدے کے مطابق ادا کی جائیں''۔

منظور احمد راجپوت ایڈووکیٹ صاحب لکھتے ہیں کہ میں عائشہ کے ان جملوں کی ادائیگی کے بعد انتہائی مطمئن اور پرمسرت تھا۔ ساڑھے نو بجے کے قریب مقدمے کی سماعت کے لیے جج صاحب نے حکم دیا، سماعت کے چند لمحے بعد معزز عدالت نے حکم دیا کہ یہ جو بچی کٹہرے میں میرے سامنے کھڑی ہے،

اس سے کہو کہ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں سے ملے، جس پر عائشہ نے اپنے خاندان کے لوگوں، عورتوں، بچوں اور ماں باپ سے کمرۂ عدالت میں ہی ملاقات کی۔

کیس کی سماعت کے دوران لڑکی کے بھائیوں کی طرف سے کچھ کاغذات کورٹ میں پیش کیے گئے، جس میں کہا گیا کہ پوجا کی عمرسترہ سال ہے، بیس سال نہیں ہے، اور وہاں کے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آف سانگھڑ کا جاری کردہ ایک عدد لیٹر بھی کورٹ کے سامنے پیش کیا گیا، جس کی تحریر تھی کہ عائشہ کا پہلا والا سٹیفکیٹ مسترد کر دیا گیا ہے، جس کے مطابق عائشہ کی عمر ۲۰ سال بنتی ہے، جبکہ اس کی اصل عمر ۱۷ سال ہے۔ اسی طرح پیدائشی سرٹیفکیٹ بھی سیکرٹری یونین کونسل سانگھڑ نے کینسل کر دیا، لہٰذا بچی کی عمر پیش کردہ کاغذوں کے مطابق ۱۷ سال ہے، نابالغ بچہ اسلام قبول نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کا آئینی طور پر حق حاصل مجاز ہے۔

جس پر منظور احمد راجپوت صاحب نے اپنی باری پر دلائل پیش کرتے ہوئے معزز عدالت کو بتایا کہ آئین پاکستان کی ۱۹۷۳ء کی شق نمبر: ۲۰ کے تحت ہر پاکستانی کو آئینی طور پر کسی بھی مذہب کو قبول کرنا، اس کا پرچار کرنا، ہر پاکستانی کا آئینی حق ہے اور اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آٹھ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ میں ایک یہودی بچہ نے چھوٹی عمر میں اسلام قبول کیا، صحیح بخاری کا حوالہ پیش کیا، اس کے علاوہ کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے بچپن میں اسلام قبول کیا۔ پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین میں لکھا ہے کہ قرآن وسنت کے متصادم کوئی قانون نہیں بنے گا۔ لہٰذا آئین کے مطابق عائشہ نے باہوش وحواس درست اسلام قبول کیا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق عائشہ کا قانونی حق ہے کہ آئین پاکستان کی پاسداری کرتے ہوئے اس کی قانونی آزادی اور مذہبی آزادی کی حفاظت کی جائے۔

دو گھنٹے کی طویل بحث کے دوران عائشہ (پوجا) اپنے ماں باپ، بہن، بھائی اور دیگر اہل خانہ کے ساتھ بیٹھی رہی، عدالت نے حکم دیا کہ ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ سماعت ہوگی۔

معزز جج صاحب کورٹ روم سے چیمبر میں چلے گئے۔ چیمبر میں جانے کے دس منٹ بعد جج صاحب نے عائشہ کو اکیلے اپنے چیمبر میں بلایا اور آدھے گھنٹے تک ملاقات کے بعد عائشہ چیمبر سے کورٹ روم میں واپس آ گئی، جہاں اس کے والدین ودیگر رشتہ دار موجود تھے۔ عائشہ نے اپنے وکیل منظور احمد راجپوت ایڈووکیٹ صاحب کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ: مجھے پانی پلا دیجئے، تو اس کے لیے فوراً پانی کا بندوبست کیا گیا۔ اس دوران عائشہ کے ایک بھائی اور ماں نے کہا کہ ہم آپ کو جوس اور پانی پیش کررہے ہیں، یہ پی لو، جس پر عائشہ نے کہا کہ: ’’میں مسلمان ہوں اور مسلمان کے ہاتھ سے ہی پانی پیوں گی‘‘، جس پر عائشہ کی ماں نے کافی واویلا کیا، جس پر کورٹ کے اہلکاروں اور پولیس نے تنبیہ کی کہ یہ کمرۂ عدالت ہے، اس کے تقدس کا خیال کیا جائے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد معزز جج صاحب واپس کمرۂ عدالت میں آئے اور عدالتی کارروائی شروع ہوئی اور معزز عدالت نے حکم جاری کیا کہ:

’’عمر کا تعین کرنا آئینی پٹیشن میں یا اس عدالت کے دائرہ اختیار میں نہیں۔ اور کہا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق شق نمبر: ۲۰ کے تحت مذہبی آزادی ہر پاکستانی کا بنیادی حق ہے اور جو دستاویزات ہندو برادری کی طرف سے پیش کی گئی ہیں، یہ ایک ہندو ایم این اے کی طرف سے اپنے علاقے کے لوگوں پر دباؤ کی بنیاد پر تیار کی گئی ہیں، کیونکہ ان کا دباؤ مختلف اداروں پر ہوتا ہے، لہٰذا آرٹیکل: ۱۹۹ کی سب شق نمبر: ۲ کے تحت ان دستاویزات کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ عائشہ کا بنیادی حق ہے، اس بات سے قطع نظر کہ عائشہ کی عمر ۱۷ سال ہے یا بیس سال ہے، یہ اس کا آئینی اور بنیادی حق ہے۔

اور معزز جج صاحب نے اپنے فیصلے میں یہ بھی لکھا کہ لڑکی کو میں نے چیمبر میں بلایا، اس سے مختلف سوالات کیے کہ کیا آپ واپس اپنے خاندان میں جانا چاہتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے بغیر کسی دباؤ کے اسلام قبول کیا ہے، اور جج صاحب نے اپنے ریمارکس میں لکھا ہے کہ میں نے عائشہ سے بہت سارے اسلام کے متعلق سوالات کیے تو عائشہ نے تمام اسلامی سوالوں کے جواب اعتماد کے ساتھ اور درست دیئے اور کہا کہ میں اپنی خوشی سے جامعہ بنوریہ مدرسہ میں بڑے سکون سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کررہی ہوں، جہاں اور بہت ساری بچیاں بھی دین کی تعلیم حاصل کررہی ہیں اور جج صاحب نے کہا کہ ہم آپ کو اگر کچھ دنوں کے لیے دارالامان بھیج دیں تو جواب میں عائشہ نے کہا: میں اسلامی تعلیم حاصل کررہی ہوں، اور اسلامی طریقے سے رہ رہی ہوں اور اپنی زندگی بلاخوف وخطر گزاررہی ہوں، لہٰذا جج صاحب نے اپنے حکم میں لکھا کہ لڑکی نے اسلام اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے قبول کیا ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں دوبارہ اپنے والدین کے ساتھ ان کے گھر نہیں جانا چاہتی اور مدرسے میں ہی رہوں گی۔

جج صاحب نے اپنے حکم میں مزید تحریر کیا کہ: ’’عائشہ مدرسے میں ہی تعلیم حاصل کرے گی اور پاکستان میں موجود تمام محکمے عائشہ کو تحفظ فراہم کرنے کے پابند ہوں گے، کوئی عائشہ کو اسلام قبول کرنے کے بارے میں ہراساں نہیں کرے گا۔‘‘

اور عائشہ کی ماں کو کہا گیا کہ آپ جب بھی چاہیں عائشہ سے ملاقات کے لیے مدرسہ میں جاسکتی ہیں۔ مدرسے میں کوئی بھی شخص عائشہ کو مار پیٹ اور بدتمیزی سے پیش نہیں آئے گا۔ عائشہ کے خاندان والوں کی طرف سے اگر کوئی ایسا وقوعہ ہوا تو اس کے خلاف عدالت سخت قانونی کارروائی کرے گی۔ مقدمے کا فیصلہ عائشہ (جن کا سابقہ نام پوجا بائی تھا) کے حق میں تحریر کیا گیا، عائشہ کو واپس جامعہ بنوریہ سائٹ‘ پولیس کے تحفظ کے ساتھ روانہ کردیا گیا۔ الحمد للہ!

....

www.banuri.edu.pk